بسم اللہ الرحمن الرحیم

پردے کی شرعی حیثیت



مولانا ابو الحسن مبشر احمد ربانی

دار الاندلس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

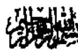
پردے کی شرعی حیثیت

مولانا ابو الحسن مبشر احمد ربانی

شعبہ نشر و اشاعت
دار الاندلس
۴ ٹمپل روڈ نزد صفانوالہ چوک لاہور

الفہرس

پردے کی شرعی حیثیت



عرضِ ناشر

ان الحمد لله والصلوٰة والسلام علی رسوله الکریم

...... اما بعد!

آج یہود و ہنود مختلف ذرائع سے اسلامی شعائر کو مسلنے اور بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک طرف ڈش انٹینا، وی سی آر اور انٹرنیٹ جیسے آلات کے ذریعے فحاشی اور بے حیائی کے پروگرام نشر کر کے نوجوانوں کے علاوہ مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے قلوب و اذہان میں بے حجابی اور ذہنی آوارگی پیوست کر کے اسلامی معاشرہ کی بیخ کنی کر رہے ہیں اور دوسری طرف روشن خیال، پڑھے لکھے مغربی تہذیب کے پروردہ مغربی تہذیب و تمدن سے مرعوب و متاثر ہو کر یہود و ہنود کی زبان بول کر مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں اسلامی تعلیم و تربیت کی بجائے جدید فیشن اور بے حیائی کا ماحول نظر آتا ہے۔

اسلامی معاشرہ پیدا کرنے کے لیے اسلامی تعلیم و تربیت میں ستر وحجاب کے مسئلہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''پردے کی شرعی حیثیت'' اگرچہ مختصر ہے مگر مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کے لیے قرآن وسنت سے نصوص جمع کر دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پڑھنے کے بعد مسلمانوں کو مسئلہ ستر وحجاب سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد رمضان اثری

مسئول شعبہ نشر واشاعت مرکز الدعوۃ والارشاد پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

((اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ))

اَمَّا بَعْدُ !

موجودہ دور میں فحاشی وعریانی، بے پردگی و بے حیائی، بدکرداری و بدگمانی، بدتمیزی و بے مروتی، بداخلاقی و بدچلنی، کڑواپن، تندی و بدخوئی، طنز و تعریض، گالی گلوچ، جھوٹ، غیبت، چوری، ڈاکے، قتل وغارت، خونریزی اور وحشت و بربریت کا سیلاب عروج پر ہے۔

مسلمانوں کی اکثریت یہود ونصاریٰ کی نقال اور ان کے رسم ورواج کی

دلدادہ (fan) ہو چکی ہے اور معاشرتی وتمدنی آزادی کے خوگر قرآن وسنت کے احکام سے آزادی اور بے زاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہر خاص وعام کسی نہ کسی کشمکش میں مبتلا ہے۔ یہودیت ونصرانیت کی تہذیب کا رنگ ان پر اتنا غالب ہو گیا ہے کہ امریکی وبرطانوی معاشرے کو اسلامی معاشرے اور اسلامی تہذیب وتمدن پر ترجیح دیتے ہیں۔

ڈش انٹینا، ٹی وی، وی سی آر، بے حیائی پر مبنی کمپیوٹر سی ڈیز اور انٹرنیٹ پر غیر اخلاقی ویب سائیٹ جیسے آلات کے ذریعے سو فیصد قابل نفرت اور لائق تحقیر پروگرام نشر کر کے امت مسلمہ کی بیخ کنی کی جا رہی ہے اور مسلمانوں نے اپنے گھروں میں ایسی لعنتیں سجا کر غضب الٰہی کو دعوت دے رکھی ہے۔ ٹی وی اور وی سی آر کے ذریعے مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے ذہن بگاڑ کر انہیں شعائر اسلامیہ سے بے زار کیا جا رہا ہے اور ان کے قلوب واذہان میں بے حجابی وذہنی آوارگی کو پیوست کر کے تباہی کے دھانے پر لا کر کھڑا کیا جا رہا ہے۔

ہمارے سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں پڑھانے والے اسلامیات کے اکثر پروفیسر حضرات بھی یہود ونصاریٰ کی تقلید کیے ہوئے ہیں اور بے شمار پروفیسرز ایسے ہیں جو قرآن وسنت کی تعلیم سے بالکل ناآشنا ونابلد ہیں اور

جب بھی طلباء وطالبات کو لیکچر دیتے ہیں تو یہود وہنود کی زبان بولتے ہیں اور قرآن وسنت کو انہیں کی عینک لگا کر دیکھتے ہیں اور خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

((سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: ان الله لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا)) ①

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ (دین کا) علم بندوں سے چھین کر نہیں اٹھائے گا بلکہ علماء کو اٹھا کر علم اٹھالے گا جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے مسئلے پوچھیں گے، وہ بے علم فتویٰ دیں گے،

① [بخاری : (۱۰۰) ، کتاب العلم ، باب کیف یقبض العلم و کتاب الاعتصام بالکتاب و السنة ، باب مایذکر من ذم الرائی وتکلف القیاس (۷۳۰۷) ـ مسلم : کتاب العلم (۲۶۷۳) ، مسند احمد : ۲٦٦/٥، شرح السنة : (۱٤۷)]

خود بھی گمراہ ہوں گے، دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

((عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم و یثبت الجهل و یشرب الخمر و یظهر الزنا)) ①

"انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "علم کا اٹھ جانا، جہالت کا جم جانا، شراب کا پیا جانا اور زنا کا ظہور قیامت کی علامات میں سے ہے۔"

آج بعینہ یہی صورتحال ہے۔ بڑی بڑی ڈگریوں والے پڑھے لکھے اور کوالیفائیڈ، وکلاء و جج صاحبان تک دینی علوم سے نا آشنا اور کورے، کتاب و سنت کی صحیح تفہیم سے محروم اور جہالت کا شکار ہیں۔ جب ایسے افراد سکولز، کالجز، اکیڈمیوں اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم طلباء و طالبات کو تعلیم دیں گے تو اس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے، لادینی اور الحاد کے بغیر کیا ہو سکتا ہے اور اسی لادینیت اور الحاد کا رزلٹ ہے کہ بیگم عابدہ حسین (علیها ما تستحقه) سابقہ وزیر بہبود آبادی کا بیان اخبارات میں چھپا تھا کہ پردہ منافقت ہے۔ یہ ہمارے ملک کی وزیر کے خبث باطن کا اظہار ہے اور یہودیت و عیسائیت کی

---

① [بخاری : کتاب العلم (۸۰)، مسلم : کتاب العلم (۲۶۷۱)، شرح السنة : ۱/۳۱۵]

مکمل عکاسی ہے اور ظاہر ہے برتن کے اندر جو کچھ ہو وہی باہر نکلتا ہے۔ جو دل ایمان کی دولت سے محروم اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بغاوت سے بھرا ہوا ہو تو اس سے ایسے الفاظ کی ہی توقع کی جا سکتی ہے۔

بہر صورت مختلف اقسام کے افراد اسلامی شعائر کو مسلنے اور بدنام کرنے کے درپے ہیں بالخصوص عورت کے حقوق کے نام پر قائم یہودی تنظیمیں، انجمنیں، ہیومن رائٹس کمیشن وغیرہ مسلم بیٹی کی حیا کو اتارنے میں سرفہرست ہیں۔ اسلام سے قبل بھی عورت کو بری نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور اس پر انتہائی زہریلے اور ناقابلِ برداشت ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے اگر کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تو وہ دوسرے لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا اور اندرونی غم وحزن، دکھ درد، کرب وزاری، آزردگی ورنجیدگی کے باعث اس کے چہرے کی رونقیں ماند پڑ جاتیں اور چہرہ سیاہ ہو جاتا تھا۔

قرآن حکیم نے ان کے حالات کا نقشہ اپنی مقدس آیات میں یوں کھینچا ہے:

﴿ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ○ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ ﴾ [1]

---

[1] [النحل : ١٦/ ٥٨ ، ٥٩]

’’اور ان میں سے جب کسی کو لڑکی پیدا ہونے کی بشارت دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے، اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، سوچتا ہے کیا اس ذلت کو لیے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے؟ کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں۔‘‘

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ ۝ اَوَ مَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَ هُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ ۝﴾ ①

’’اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خبر دی جائے جس کی مثال اس نے رحمٰن کے لیے بیان کی تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے جو زیورات میں پلیں اور جھگڑے میں (اپنی بات) واضح نہ کر سکیں (اللہ کی بیٹیاں ہو سکتی ہیں؟)‘‘

ان ہر دو آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین جو اللہ کی ذات وصفات کے ساتھ شرک کرتے تھے اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت یہ بیان کی کہ جو مثال وہ رحمٰن کے لیے بیان کرتے ہیں اگر انہیں

① [الزخرف : ۱۷/۴۳ ـ ۱۸]

اس کی بشارت دی جائے تو غم و رنجیدگی کی بنا پر ان کے چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں کیونکہ اس معاشرے میں عورت کو ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا حتیٰ کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو ایک سال تک وہ گندے جھونپڑے میں بدبو کے عالم میں پڑی رہتی اور بہت برے کپڑے پہنتی اور خوشبو نہ لگاتی تھی۔ سال کے اختتام پر کوئی جانور، گدھا، بکری یا کوئی پرندہ لایا جاتا اور عورت اپنی شرمگاہ یا بدن کو اس سے ملتی تھی، وہ جانور فوراً مر جاتا تھا۔ پھر یہ عورت گھر سے باہر نکلتی تھی اور اس کے ہاتھ میں کچھ مینگنیاں دی جاتی تھیں وہ اپنے سر کے اوپر سے پیچھے کو وہ مینگنیاں پھینکتی تھی، اس کے بعد جو خوشبو چاہتی ملتی تھی۔ ①

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((ان امرأة توفي زوجها فخشوا على عينيها فاتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستاذنوه في الكحل فقال لا تكتحل كانت احداكن تمكث في شر أحلاسها او شر بيتها فاذا كان حولٌ فمر كلب رمت ببعرة فلا حتىٰ تمضي اربعة اشهر و عشر)) ②

① [بخاری : کتاب الطلاق ، باب تحد المتوفی عنها زوجها اربعة اشهر وعشرا]

② [بخاری : (۵۳۳۵) ، مسلم : (۱۴۸۸/۶۰)]

”ایک عورت کا خاوند فوت ہوگیا تو انہیں اس کی آنکھیں خراب ہونے کا خدشہ لاحق ہوا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرمہ لگانے کی اجازت طلب کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ سرمہ نہ لگائے (کیا وہ حالت اچھی تھی جب) تم میں سے ہر کوئی اپنے برے لباس یا گندے جھونپڑے میں پڑی رہتی۔ جب سال کا عرصہ ہو جاتا، کتا گزرتا تو وہ اونٹ کی مینگنی پھینک کر مارتی تھی۔ وہ عورت سرمہ نہیں لگا سکتی تھی جب تک چار ماہ دس دن نہ گزر جاتے۔“

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ دورِ جاہلیت میں عورت کا تقدس پامال کیا گیا تھا اور اس کے حقوق غصب کیے گئے۔ ہر طرح کا ظلم وستم اس پر روا رکھا گیا حتیٰ کہ اگر اسے ایامِ ماہواری آجاتے تو وہ اس کے ہاتھ کا کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے۔

((عن انس رضی الله عنه ان الیهود کانت اذا حاضت المرأة فیهم لم یؤاکلوها فقال النبی صلی الله علیه وسلم اصنعوا کل شیء الا النکاح)) ①

---

① [مسلم : کتاب الحیض (١٦)، مسند احمد : (٣/١٣٢)، ابن ماجه : (٦٤٤)، التمهید : (٣/١٦٣)]

''انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہودیوں میں سے کسی عورت کو ایام ماہواری آتے تو وہ اس کے ساتھ نہیں کھاتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجامعت کے علاوہ سب کچھ جائز ہے۔''

امام محمد بن اسماعیل الصنعانی الیمنی فرماتے ہیں:

((وقد كان اليهود لا يساكنون الحائض في بيت واحد ولا يجامعونها ولا يؤاكلونها كما صرحت به رواية مسلم واما الاستمتاع منهن فقد اباحه هذا الحديث)) ①

''یہودی حائضہ عورت کے ساتھ ایک گھر میں نہیں رہتے تھے اور نہ ہی اس سے مجامعت کرتے تھے اور نہ ہی اس کے ساتھ مل کر کھاتے تھے جیسا کہ مسلم کی حدیث نے اس بات کی وضاحت کی ہے بہر حال ان سے مجامعت کے علاوہ فائدہ حاصل کرنے کو اس حدیث نے مباح قرار دیا ہے۔''

معلوم ہوا کہ یہودی عورت کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ ایام

● [سبل السلام : ١/٢٣٣، ٢٣٤]

ماہواری میں اس کے ساتھ گھر رہنا، کھانا پینا وغیرہ ترک کر دیتے اور اگر اس کا خاوند فوت ہو جاتا تو ایک سال کے لیے وہ گندے پھٹے پرانے لباس میں گندی جھونپڑی میں رہتی لیکن جب اسلام آیا تو اس نے عورت کو تحفظ دیا، چار لحاظ سے عورت کے مقام کو متعارف کرایا یعنی ماں، بہن، بیوی، بیٹی۔ ان ہر چار صورتوں میں عورت کو تحفظ دیا گیا اور اس کی عفت وعصمت، پاکبازی وپاکدامنی کا پورا لحاظ کیا گیا اور اس کا مسکن چادر وچار دیواری متعین کر دیا تاکہ یہ پردے میں اور گھر کے اندر رہ کر اپنی بھی حفاظت کرے اور اپنے بچوں کی بھی صحیح پرورش اور اسلامی منہج پر تربیت کر سکے لیکن شیطان اور اس کے چیلوں کو یہ بات گوارا نہ ہوئی بلکہ وہ اول روز سے ہی عورت کے حیا کی چادر کو تار تار کرنے کے درپے ہیں اور اس کی عفت مآبی وپاک دامنی کو داغدار کرنے کے لیے اس کو حدود شرعیہ سے نکال کر سر بازار لائے اور جب عورت اپنی حدود سے خارج ہوتی ہے تو بہت بڑے فتنے کا باعث بنتی ہے۔ کئی خاندانوں کی بربادی، ہلاکت، تباہی، بے عزتی اور بدنامی کا سبب ہوتی ہے۔

عورت کا فتنہ انتہائی نقصان دہ ہے جیسا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم : ماتركت بعدی

فتنة اضر علی الرجال من النساء)) [1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے اپنے پیچھے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ اور ضرر رساں فتنہ مردوں کے لیے اور کوئی نہیں چھوڑا۔''

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

((و عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : ان الدنیا حلوة خضرة وان الله مستخلفکم فیها فینظر کیف تعملون فاتقوا الدنیا واتقوا النساء فان اول فتنة بنی اسرائیل کانت فی النساء)) [2]

''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً دنیا میٹھا سبزہ ہے اور یقیناً اللہ تمہیں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ دنیا سے بچو اور عورتوں (کے فتنہ) سے بچو، بے شک

---

1. [بخاری : کتاب النکاح ، (٥٠٩٦) ، مسلم : کتاب الذکر : (٢٧٤٠/٩٧)]
2. [مسلم: کتاب الذکر والدعاء: (٢٧٤٢)]

بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ عورتوں سے پیدا ہوا۔"

((عن ابی سعید الخدری عن النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال ((کانت امرأۃ من بنی اسرائیل قصیرۃ تمشی مع امرأتین طویلتین فاتخذت رجلین من خشب و خاتما من ذھب مغلق مطبق ثم حشتہ مِسْکاً وھو اُطیب الطیب فمرت بین المرأتین فلم یعرفوھا فقالت بیدہ ھکذا و نفض شعبۃ یدہ)) ①

"ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بنی اسرائیل میں ایک پست قد عورت تھی جو دو طویل قامت عورتوں کے ساتھ چلا کرتی تھی تو اس نے دو لکڑی کے جوتے پہن لیے اور ایک سونے کی خولدار انگوٹھی بنائی جو بند ہوتی تھی، اس نے اس میں کستوری بھر دی جو کہ بڑی عمدہ خوشبو تھی۔ پھر وہ دونوں عورتوں کے درمیان چلی تو لوگوں نے اسے نہ پہچانا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا۔ امام شعبہ جو اس حدیث کے

---

① [صحیح مسلم : کتاب الالفاظ من الادب وغیرہ (۲۲۵۲) مع شرح النووی ۱۵/۸ ، مسند ابی یعلیٰ : (۱۲۹۳) ۲/۴۶۹ ، مسند احمد : ۳/۴۰، ۴۶]

راوی ہیں انہوں نے اپنا ہاتھ جھاڑ کر اس عورت کے اشارے کے بارے میں بتلایا۔"

مسند ابی یعلی میں ہے کہ وہ عورت جب مردوں کی مجلس کے پاس سے گزرتی تو اپنی انگوٹھی کا خول کھولتی تو خوشبو مہک جاتی۔

ان ہر دو احادیث سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میں عورتوں کا فتنہ پہلا تھا جس کی بنا پر وہ قوم برائیوں میں ملوث ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی عورتیں مہکنے والی خوشبوئیں لگا کر مجلسوں کے قریب سے گزرتی تھیں جس کی وجہ سے قوم کے افراد ان کی طرف متوجہ ہوتے اور مفاسد جنم لیتے اور بسا اوقات اپنے آپ کو لمبا اور طویل قامت ظاہر کرنے کے لیے لمبی ایڑی والی جوتی پہن لیتی تھیں تا کہ لوگوں کی نظروں میں ٹھگنی معلوم نہ ہو۔ بالکل یہی صورتحال آج بھی ہے کہ عورتیں فیشن ایبل بن کر، ننگے منہ و ننگے سر عطر و پرفیوم لگا کر بازاروں، سٹوڈیوز، کلبوں اور کھیل کے میدانوں میں گھومتی ہیں بلکہ بین الاقوامی کھیلوں کے میچ میں بن سنور کر شریک ہوتی ہیں اور اس حالت میں بگڑے ہوئے معاشرے کے اندر مردوں کو دعوت گناہ دیتی ہیں۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فزنا العين النظر وزنا اللسان المنطق والنفس تتمنى

و تشتھی والفرج یصدق ذلك كله ویکذبه))①

''(غلط) دیکھنا آنکھ کا زنا ہے(غلط) بولنا زبان کا زنا ہے اور نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ ان تمام امور کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''

اسلام نے عورت کی عفت و عصمت اور پاکدامنی کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے گھر میں رہنے کی تاکید کی اور جب کبھی ضرورت سے باہر جانا پڑے تو پردے کا حکم دیا ہے۔ستر وحجاب اسلام کا انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ہم نے اس مختصر سے کتابچے میں صرف ''پردے کا شرعی حکم'' ذکر کیا ہے۔لمبی لمبی فقہی بحثوں کو نہیں چھیڑا کیونکہ مقصود اپنی مسلمان ماؤں، بہنوں تک پردے کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے اور بے حجابی و بے پردگی سے نفرت دلانا ہے۔انتہائی ناانصافی ہوگی اگر میں اس موقع پر اپنی رفیقہ حیات کا شکریہ ادا نہ کروں کیونکہ اس مضمون کی تیاری میں اس نے میری کافی معاونت کی اور مفید مشوروں سے نوازا۔اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ

---

① [بخاری (٦٣٤٣، ٦٦١٢) ، مسلم (٦٢٥٧) ، مسند احمد : ١/١٢٥، ١٢٦]



پردے کی شرعی حیثیت

اسلام دین فطرت ہے اس نے عورت اور مرد کو ان کی فطرت اور ساخت و پرداخت کے مطابق حقوق دیئے ہیں کیونکہ اسلامی حقوق انتہائی جامع اور متوازن ہیں۔ اس نے دونوں کو اپنی اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن نبھانے کی ترغیب دی بالخصوص عورت کے حقوق کی طرف کافی توجہ دلائی کیونکہ عورت زمانۂ جاہلیت سے ظلم وستم، زیادتی و جور، اذیت وضرر اور حقارت و ذلت کی چکی میں پس رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قعر مذلت سے نکالنے کے لیے فطرت کے تقاضوں کے مطابق اس کے حقوق و واجبات بیان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں افراط ہے اور نہ ہی تفریط، یہ بالکل ضابطۂ عدل کے موافق ہیں۔ اسلام نے کنبے و خاندان کا بوجھ، بیرونی معاملات کا انتظام و انصرام اور معاشی ذمہ داریاں مرد پر ڈال دی ہیں اور گھریلو معاملات مثلاً: کھانا پکانا، گھر کی صفائی و نظافت اور بچوں کی تربیت وغیرہ کو عورت کے کندھوں پر ڈال دیا ہے کیونکہ عورت کا وجود معاشی ذمہ داریاں سنبھالنے کا متحمل نہیں۔ شادی سے قبل اس

کے اخراجات کی ذمہ داری والدین اور بھائیوں پر اور شادی کے بعد خاوند پر پڑتی ہے۔

کیونکہ عورت جسمانی اعتبار سے مرد کی نسبت بہت کمزور ہے اور عورت کی یہ کمزوری اس وجہ سے نہیں کہ یہ مرد کی دست نگر بنی رہے بلکہ اس کا وظیفۂ طبعی اس سے زائد قوت کا متحمل ہی نہیں ہوسکتا جو فطرت نے اس کے سپرد کیا ہے۔ لہٰذا عورت ہزار کوششیں اور کاوشیں بروئے کار لائے پھر بھی مرد کے ہم پلہ نہیں ہوسکتی۔ عورت کی فطرتی کمزوری کے باعث اسلام نے اس کا دائرۂ کار گھر کی چاردیواری کے اندر محدود کردیا ہے تاکہ یہ باہر نکل کر شمع محفل اور فتنہ و فساد کا محرک نہ بن پائے۔ اسے فتنہ وفساد کی آگ سے محفوظ رکھنے کے لیے اللہ وحدہ لاشریک نے اس پر کچھ پابندیاں (Ristrictions) عائد کردی ہیں۔ ان پابندیوں میں سے اہم ترین پابندی حجاب کی ہے۔

آیت حجاب

پردے کا حکم اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں نازل کیا۔ سورۃ الاحزاب کی درج ذیل آیت کو اسی لیے آیت حجاب بھی کہا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ؗ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ۝ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں نہ جایا کرو، کھانے کے لیے بھی اجازت کے بعد جاؤ، یہ نہیں کہ پہلے سے جا کر بیٹھ گئے اور کھانے کے پکنے کا انتظار کرتے رہے بلکہ جب بلایا جائے جاؤ اور جب کھانا کھالو تو بکھر جاؤ، وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارا یہ عمل ناگوار گزرتا ہے لیکن وہ شرم محسوس کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے میں نہیں شرماتا اور جب تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے

---

[1] [الاحزاب : ۵۳/۳۳]

کے پیچھے سے طلب کرو تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی یہی ہے۔ نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف دو اور نہ تمہیں حلال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں (رضی اللہ عنہن) سے نکاح کرو۔ یاد رکھو اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔"

موافقاتِ عمر رضی اللہ عنہ

((عن انس قال : قال عمر : وافقت ربی فی ثلاث، قلت: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لو اتخذنا من مقام ابراهيم مصلى؟ فنزلت ﴿واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى﴾ وآية الحجاب، قلت: يا رسول الله! لو امرت نساء ك ان يحتجبن فانه يكلمهن البر و الفاجر، فنزلت آية الحجاب، واجتمع نساء النبی صلی الله علیه وسلم فی الغيرة عليه فقلت لهن ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ فنزلت هذه الآية ①

① [بخاری: (۴۰۲، ۴۴۸۳، ۴۷۹۰، ۴۹۱۶)]

"انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے تین چیزوں میں اپنے رب کے ساتھ موافقت کی ہے۔ ایک یہ کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالیں تو؟ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ آیت اتری:

﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ﴾ ①

"تم مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنالو۔"

دوسرے یہ کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج (رضی اللہ عنہن) کے سامنے ہر نیک و بد آ کر گفتگو کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پردہ کرنے کا حکم دیں تو اس پر یہ آیت حجاب نازل ہوئی۔

تیسرے یہ کہ جب ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) میں باہمی غیرت و رشک بڑھنے لگا تو میں نے ان سے کہا: "اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دے دیں تو بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم سے بہتر ازواج انہیں عطا کر دے۔" چنانچہ اس پر سورۃ تحریم کی آیت نمبر ۵ نازل ہوئی۔

---

① [البقرة : ۲/۱۲۵]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور ان کے پاس آئے تو میری ماں ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے کھجور، گھی اور پنیر سے تیار شدہ کھانا ایک بڑے برتن میں رکھ کر مجھے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ اور جا کر کہنا کہ یہ میری ماں نے بھیجا ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ میری جانب سے تھوڑا سا تحفہ قبول فرما لیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ کھانا لے کر گیا اور کہا کہ میری ماں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتی تھی اور یہ بھی کہتی تھی کہ یہ تھوڑا سا تحفہ میری جانب سے قبول کر لیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو ادھر رکھ دو اور جاؤ فلاں فلاں آدمی اور جسے تو ملے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے نام لیے) کو جا کر دعوت دو۔ جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا اور جسے میں ملا اسے دعوت دی۔ جعد بن

عثمان کہتے ہیں میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ کتنے لوگ تھے؟ انہوں نے کہا تقریباً تین سو۔ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے انس وہ کھانے والا برتن لاؤ۔'' جب لوگ آئے تو صفہ اور حجرہ بھر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دس دس آدمیوں کا حلقہ بنا لو اور ہر انسان اپنے سامنے سے کھائے۔'' فرماتے ہیں انہوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ ایک گروہ آتا اور ایک جاتا حتیٰ کہ سب نے کھا لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کہا: ''اے انس! اسے اب اٹھا لو۔'' میں نے اسے اٹھا لیا۔ میں نہیں جانتا کہ جس وقت میں نے کھانا رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب میں نے اٹھایا؟ ان میں سے بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر باتیں کرنے کے لیے بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی دیوار کی جانب اپنا منہ کر کے بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ثقیل ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے اپنی دیگر ازواج کو سلام کہا پھر واپس پلٹے۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس آتے ہوئے دیکھا تو سمجھا کہ ان کا بیٹھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دشوار

ہو رہا ہے تو وہ جلدی سے دروازے کی جانب بڑھے اور سب چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپؐ نے پردہ لٹکا دیا اور میں حجرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپؐ زیادہ دیر نہیں ٹھہرے کہ یہ آیت حجاب اس وقت نازل ہوگئی۔ آپؐ نے لوگوں پر یہ آیت آخر تک پڑھی۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ان آیات کے قریب سب لوگوں سے زیادہ ہوں کیونکہ یہ میرے سامنے نازل ہوئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کو حجاب پہنا دیا گیا۔'' ①

ان ہر دو احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپؐ کی ازواج (رضی اللہ عنہن) کے سامنے ہر نیک و بد آپؐ سے ہمکلام ہوتا ہے، آپؐ انہیں پردہ کرنے کا حکم دیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی پھر اس کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن حجاب و پردہ اختیار کرنے لگیں نیز آپؐ نے اپنے گھر پردہ لٹکا دیا تا کہ کسی کی نظر ازواج پر نہ پڑے۔

---

① [جامع الترمذی : کتاب تفسیر القرآن : (۳۲۱۸) ، بخاری : کتاب النکاح، باب الهدية للعروس : (۵۱۶۳) ، مسلم : کتاب النکاح ، (۳۹) ، ابوداؤد : کتاب اللباس : (٤١٤٥) ، نسائی : کتاب النکاح ، باب الهدية لمن عرس : (۳۳۸۷)]

آیت حجاب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کئی ایک مسائل بیان کر دیئے ہیں:

(۱) گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرنا۔

(۲) اجازت سے پہلے گھر میں داخل نہ ہونا۔

(۳) گھر میں داخل ہونے کے بعد وہاں پر زیادہ دیر ایسی گفتگو کے لیے نہ ٹھہرنا جو کہ گھر والوں پر دشوار ہو۔

(۴) دعوتِ ولیمہ اور اس کے آداب۔

(۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا کیسا ہے؟

(۶) پردے کا حکم۔

(۷) آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج رضی اللہ عنہن سے نکاح حرام ہے۔

لیکن اس مختصر سے مضمون میں صرف پردے کے متعلق چند ایک گذارشات پیش کی جائیں گی۔

حجاب کا حکم اور اس کی علت

اس آیت کریمہ میں اگرچہ خطاب ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنہن) کو ہے لیکن اس کا حکم عام ہے جیسا کہ قرآن حکیم کا بہت سے مقامات پر یہی

اسلوب ہے۔ اس آیت کے عام ہونے کی ایک دلیل اس حکم کی علت ہے، فرمایا:

﴿ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ﴾ ①

یعنی'' یہ حجاب و پردہ تمہارے اور ان کے دلوں کی طہارت کا بہترین ذریعہ ہے۔''

جس کا صاف مفہوم یہ ہے کہ بے پردگی و بے حجابی قلب کی گندگی اور نجاست کا سبب ہے۔ ظاہر ہے اس نجاست وگندگی سے بچنے کے لیے عام مسلمانوں کو زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ان کے لیے شیطانی چالوں، وسوسوں اور شرارتوں میں پھنسنے کا زیادہ خطرہ ہے جبکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی پاکیزگی وطہارت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کیا ہے:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ ②

'' اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والو! تم سے (معصیت ونافرمانی کی) اس آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک وصاف کردے۔''

---

① [البقرة : ٢/٢٣٢]

② [الاحزاب : ٣٣/٣٣]

یہ آیت تطہیر کہلاتی ہے۔اس لیے اس حکم میں گو خطاب خاص ہے لیکن اس کا حکم ہر مسلمان کے لیے ہے یعنی جب بھی کوئی فرد کسی مسلمان عورت سے سوال پوچھنا چاہے تو کھلے بندوں آمنے سامنے بیٹھ کر نہیں بلکہ حجاب و پردے کے پیچھے رہ کر بات کرے اور عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نزاکت اور لوچ سے گفتگو نہ کرے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ ①

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویو (رضی اللہ عنہن)! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔اگر تم پرہیزگاری کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو تاکہ جس کے دل میں مرض ہو وہ کوئی خیال کرے۔ ہاں قاعدے کے مطابق بات کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے جس طرح عورت کے حسن وخوبصورتی میں مرد کے لیے جنسی کشش رکھی ہے، اسی طرح اس کی آواز کی خوبصورتی، نزاکت اور نرمی کو بھی دلکش بنایا ہے جو کہ مرد کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔اسی بنا پر جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کو حجاب و پردے کا حکم فرمایا وہاں انداز گفتگو میں بھی ایسا لب

---

① [الاحزاب: ۳۳/ ۳۲]

ولہجہ اختیار کرنے سے منع کیا جس میں نرمی ولطافت اور کشش و نزاکت ہو بلکہ ایسا انداز اپنائے کہ کوئی بد باطن برائی کا پروگرام نہ بنا سکے۔ لہجے میں سختی ورو کھا پن ہو تا کہ برے ارادے والے کے ارادے خاک میں مل جائیں اور وہ اپنے مذموم مقاصد پورے نہ کر سکے۔ یہاں پر یہ بات انتہائی قابل غور ہے کہ:

ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کا مقام اتنا اونچا ہے کہ ان کی تعریفیں رب ذوالجلال والاکرام کا کلام پاک کرتا ہے۔ ان کے ساتھ امت کے افراد کا نکاح حرام ہوتا ہے اور انہیں امت کی مائیں قرار دیتا ہے جیسا کہ فرمایا کہ:

﴿ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾ [1]

"نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویاں (رضی اللہ عنہن) امت کی مائیں ہیں۔"

اور زیر بحث آیت کریمہ میں ان کے ساتھ ہمیشہ نکاح حرام کر دیا۔ اس لیے آپ ؐ کی وفات کے بعد بھی امت کا کوئی فرد آپ ؐ کی ازواج (رضی اللہ عنہن) سے نکاح نہیں کر سکتا۔

دوسری جانب ان سے گفتگو کرنے والے، سوالات پوچھنے والے امت کے عام افراد نہیں بلکہ ان کا تقویٰ وطہارت، تزکیہ و پاکبازی ایسی ہے کہ اللہ

---

1. [الاحزاب: ٦/٣٣]

تعالیٰ کی رضا ورحمت کے اعلانات قرآن حکیم کی آیات کی شکل میں نازل ہو چکے ہیں۔ فرمایا:

﴿ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ﴾ ①

''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے''

کہیں فرمایا:

﴿ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴾ ②

''یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

کہیں فرمایا:

﴿ اُولٰٓئِکَ هُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ﴾ ③

''یہی ہدایت یافتہ ہیں۔''

سورۂ فتح میں ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم کا ذکر فرمایا بلکہ:

﴿ یَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ ﴾ ④

''اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔''

---

❶ [البينة : ٩٨/٨]

❷ [البقرة : ٢/٥]

❸ [الحجرات : ٤٩/٧]

❹ [الفتح : ٤٨/١٠].

کہہ کر اپنے ہاتھ کو ان کے ہاتھوں کے اوپر قرار دیا ان کی بیعت کو اپنی بیعت تسلیم کیا اور سورۃ الحدید: ۱۰ میں سب کے ساتھ وعدہ حسنیٰ کیا۔

قابل غور نکتہ

ان آیات کو سامنے رکھ کر ہم سوچیں کہ:

* وہ عورتیں امت کی مائیں ہیں۔ امت کے ساتھ ان کا نکاح حرام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) جن کی پاکدامنی میں قرآن کی کئی آیاتِ مقدسات موجود ہیں۔
* اور جن افراد کو پردے کے پیچھے رہ کر سوال کرنے کا حکم ہوا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن سے رب ذوالجلال والاکرام راضی ہوا، ان سے بخشش کے وعدے کر لیے۔
* اور وہ مقصد طہارت و پاکیزگی، دلوں کی ستھرائی اور گناہوں سے نجات ہے۔
* اور وہ سوالات دینی مسائل پر مشتمل ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) سے پوچھ لیتے تھے۔

تو آج کے مرد وخواتین کو جن کے قلوب واذہان نجاست وگندگی، برے

خیالات، مذموم مقاصد اور گندے تصورات سے بھرے پڑے ہیں کس طرح اس بات کی اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ پردے کے بغیر کھلے بندوں ایک دوسرے سے بند کمروں میں میٹنگز اور ملاقاتیں (Official Mettings) کریں اور عورتیں بغیر حجاب کے باہر گھومیں پھریں، اور پھر گفتگو میں بھی دین تو کجا دنیا دارانہ حیا بھی ملحوظ نہ رکھا جائے!!

عورت کو گھر میں رہنے کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ ①

''اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیمی جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو اور نماز کی ادائیگی کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔''

اس آیت کریمہ میں لفظ ﴿ قَرْنَ ﴾ یا تو وقار سے مشتق ہے یا قرار سے۔ اول الذکر صورت میں معنیٰ ہوگا ''تم گھروں میں وقار سے رہو'' اور مؤخر الذکر

---

① [الاحزاب : ۳۳/۳۳]

کی صورت میں معنیٰ ہوگا ''تم اپنے گھروں میں ٹک کر بیٹھو۔ معلوم ہوا کہ عورت کا مسکن اور دائرۂ کار اس کا گھر ہے جہاں پر اسے ٹک کر بیٹھے رہنے کا حکم ہے۔ امور سیاست اور معاشی معاملات اس کے دائرۂ کار سے باہر ہیں اور اگر کسی وقت اسے بامر مجبوری گھر سے باہر جانا پڑے تو اسے یہ آداب بتلا دیئے کہ بناؤ سنگھار کر کے یا ایسے انداز سے جس سے ان کا بناؤ سنگھار ظاہر ہو مت نکلے جیسے بے پردہ ہو کر۔ جس سے اس کا چہرہ، سر، بازو اور چھاتی وغیرہ لوگوں کو دعوت نظارہ دے بلکہ بغیر خوشبو لگائے، سادہ لباس میں ملبوس اور باپردہ باہر نکلو۔ تبرج، بے پردگی اور زیب و زینت کے اظہار کو کہتے ہیں۔ قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ یہ تبرج جاہلیت ہے جو اسلام سے پہلے تھی اور آئندہ بھی جب کبھی اسے اختیار کیا جائے گا تو یہ جاہلیت ہی ہوگی، اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ چاہے اس کا نام کتنا ہی خوش نما اور دلفریب رکھ لیا جائے۔ [1]

اس توضیح سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام سے قبل بھی عورتیں بے حجابانہ، بے حیائی اور بے پردگی کے عالم میں گھومتی پھرتی تھیں اور اگر آج کی جاہلیت کا جاہلیت قدیمہ کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اب مسلمان حقیقی جاہلیت کے دور سے زیادہ بیوقوف اور نادان بن چکا ہے۔

---

1 [ملاحظہ ہو تفسیر (احسن البیان ص ۵۵۲ بتصرف یسیر)]

عورت کی گھر میں نماز

عورت کے لیے جس قدر حجاب اور چھپاؤ ہوگا اسی قدر اللہ کے ہاں اس کی عزت وتعظیم ہوگی اور شرف وبزرگی میں اضافہ ہوگا اسی وجہ سے عورت اگر گھر کے سب سے اندرونی کمرے میں نماز ادا کرتی ہے تو وہ اس کی افضل نماز شمار کی گئی ہے:

((عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : صلاة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها افضل من صلاتها في بيتها)) [1]

"عورت کی نماز گھر میں صحن کی نماز سے افضل ہے اور کمرے میں نماز کھلے مکان سے افضل وبہتر ہے۔"

امام ابن کثیر، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام حاکم اور امام ذہبی رحمۃ

---

[1] [ابوداؤد : كتاب الصلوٰة ، باب التشديد في خروج النساء الى المساجد رقم الحديث : (٥٧٠)، ابن خزيمه : (١٦٨٥)، ابن حبان : (٣٢٩،٣٣٠) ، شرح السنة : (٣/٤٤٢)، مستدرك حاكم : (١/٢٠٩)، تفسير ابن كثير : (٣/٥٣١) ، ترمذی : (١١٧٢)]

اللہ علیہم وغیرہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اس کے کئی ایک معنوی شواہد بھی موجود ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

* ((عن ابن عمر رضی الله عنهما) قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتمنعوا نساء كم المساجد و بيوتهن خيرلهن))①

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اپنی عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہ روکو اور ان کے گھران کے لیے بہتر ہیں۔''

یہ حدیث شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔②

* ((عن ام سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال خير مساجد النساء قعر بيوتهن)) ③

---

① [ابوداؤد : (٥٦٧) ، مسند احمد : (٧٦/٢'٧٧)، شرح السنة : (٨٦٤) (٤٤١/٣ ، التمهيد ٢٣/٤٠٠) ، مستدرك حاكم : (٢٠٩/١) ، ابن خزيمه : (١٦٨٤)]

② [نيل المقصود : (٥٦٧)]

③ [صحيح ابن خزيمه : (١٦٨٣) ، بيهقى : (١٣١/٣) ، احمد : (٢٩٧/٦) ' (٣٠١) ، مستدرك حاكم : (٢٠٩/١) ، المنهل العذب المورود: (٤٦٥/٤)]

''عورتوں کی بہترین مساجد ان کے گھر کے اندرونی حصے ہیں۔''
یاد رہے کہ مسجد میں عورتوں کو نماز کا ثواب تو ملتا ہے لیکن پردے میں کمی کی وجہ سے ثواب کم ہو جاتا ہے۔

خوشبو لگا کر گھر سے نکلنے والی عورت

((عن ابی موسیٰ رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل عین زانیة وان المرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهی کذا وکذا یعنی زانیة)) ①

''ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر آنکھ زنا کار ہے اور بے شک جو عورت خوشبو لگا کر مجلس کے پاس سے گزرے وہ ایسی ویسی یعنی زانیہ ہے۔''

* ((عن ابی هریرة رضی الله عنه قال انی سمعت حبی

● [ابوداؤد : کتاب الترجل : (٤١٧٣) ، ترمذی : کتاب الادب : (٢٧٨٦)، نسائی : کتاب الزینة : (٥١٤١)]

ابا القاسم صلی الله علیه وسلم یقول لا تقبل صلاة امرأة تطیبت للمسجد حتی تغتسل غسلها من الجنابة)) ①

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''وہ عورت جو مسجد کے لیے خوشبو لگاتی ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ جنابت کی طرح غسل کرلے۔''

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ صریحہ سے معلوم ہوا کہ عورت کا مسکن و ٹھکانہ گھر ہے اور جتنی زیادہ گھر کے اندر ٹک کر بیٹھے گی اللہ کے ہاں اتنی زیادہ مقبول ہوگی اور اگر کسی ضرورت کی وجہ سے مثلاً نماز، علاج وغیرہ کے لیے گھر سے نکلنا پڑے تو زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کا اظہار کر کے نہ نکلے حتیٰ کہ مسجد بھی جانا ہو تو ایسی خوشبو جو مہکتی ہو وہ لگا کر نہ جائے۔ اگر ایسی خوشبو لگا کر نکلی جو مہکتی ہے اور مرد حضرات تک اس کی مہک پہنچتی ہے تو یہ ایسی عورت کے بدکار ہونے کی علامت ہے کیونکہ وہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کر کے دعوت گناہ دیتی ہے۔

---

① [ابو داؤد : کتاب الترجل : (٤١٧٤) ، مسند احمد : (٢/٢٤٦، ٢٩٧، ٣٦٥، ٤٤٤، ٤٦١، وغیرہ) ، نیل المقصود : (٤١٧٤)]

جلباب کا حکم

سورۂ احزاب کے اندر ہی دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾[1]

''اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی کچھ چادریں لٹکا لیا کریں اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی۔ پھر ستائی نہ جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہ آیت کریمہ پردے کی اہمیت پر زور دیتی ہیں۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ ''جلباب'' کی تشریح یوں کرتے ہیں:

((والجلباب فی لغة العرب التی خاطبنا بها رسول الله صلى الله عليه وسلم هو ما غطى جميع الجسم لا بعضه))[2]

---

1. [الأحزاب : ۵۹/۳۳]
2. [المحلى لابن حزم : (۲۱۳/۳)]

’’جلباب عربوں کی زبان میں، وہ زبان جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرمایا کرتے تھے، اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو تمام بدن کو ڈھانپ لے اور جو کپڑا تمام بدن کو نہ ڈھانپے اسے جلباب نہیں کہتے۔‘‘

مشہور تابعی امام محمد بن سیرینؒ کا قول

((وقال محمد بن سیرین سألت عبیده السلمانی عن قول الله عزوجل ﴿ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ﴾ فغطی وجهه ورأسه وابرز عینه الیسریٰ)) ①

’’امام ابن سیرین نے کہا میں نے عبیدہ السلمانی سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنا چہرہ اور سر ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ ظاہر کی۔‘‘

امام ابن جریر طبری نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کے

① [ابن کثیر : (۵۶۹/۳) ، قرطبی : (۲۴۳/۱۴) ، احکام القرآن : (۲۴۴/۵) ، روح المعانی: (۵۸۹/۲۲) ، طبری : (۳۳/۱۲) ، الدرالمنثور : (۲۲۱/۵)]

تمام راویوں نے (جو کہ یعقوب از ابن علیہ از ابن عروف از محمد از عبیدہ سے مروی ہے) اسی طرح عملاً چادر اوڑھ کر بتایا جس طرح عبیدہ نے بتلایا تھا۔

مفسر قرآن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وضاحت

اس کی تائید ابن عباس رضی اللہ عنہم کے اس اثر سے بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

((امر الله نساء المومنين اذا خرجن من بيوتهن فی حاجة ان يغطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب و يبدين عينا واحدة)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کے تحت اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے سروں کے اوپر کی جانب سے بڑی چادروں کے ساتھ اپنے چہرے ڈھانپ لیں اور ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لیے ظاہر کریں۔''

مذکورہ بالا آیت ﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ ﴾ کے الفاظ پر بار بار غور

---

1 [ابن كثير : (٥٦٩/٣)]

کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ پردے کے ذریعے ایک شریف زادی، باحیا عورت اور فاحشہ و بدکار عورت کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔ منافقین مدینہ رات کے وقت جب اندھیرے ہوتے اور عورتیں گھروں سے باہر قضائے حاجت کے لیے جاتی تھیں تو انہیں تنگ کرتے تھے۔ ان دنوں گھر بھی تنگ ہوتے تھے، قضائے حاجت کا بندوبست بھی موجودہ زمانے کی طرح نہیں ہوتا تھا۔ حاجت کے لیے باہر ہی جانا پڑتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کر کے پردے کی طرف توجہ دلائی کہ جو عورتیں پردہ کریں گی وہ اپنے پردے کی بنا پر معلوم ہوں گی کہ یہ عورتیں شریف زادیاں ہیں، اسی لیے باپردہ ہیں پھر اس طرح انہیں ایذا نہیں پہنچائی جائے گی اور چھیڑ چھاڑ کی کسی کو جرأت نہ ہوگی۔ اس کے برعکس بے پردہ عورت اوباش لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنی رہیں گی۔

تفسیر احسن البیان ص ۷۵۵ میں ہے:

”جلابیب جلباب کی جمع ہے جو ایسی بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا بدن ڈھک جائے۔ اپنے اوپر چادر لٹکانے سے مراد اپنے چہرے پر اس طرح گھونگھٹ نکالنا ہے کہ جس سے چہرے کا بیشتر حصہ بھی چھپ جائے اور نظریں جھکا کر چلنے سے اسے راستہ بھی نظر آتا جائے۔ پاک و ہند یا دیگر اسلامی

ممالک میں برقعے کی جو مختلف صورتیں ہیں عہد رسالت میں یہ برقعے عام نہیں تھے پھر بعد میں معاشرت میں وہ سادگی نہیں رہی جو عہد رسالت اور صحابہ وتابعین کے دور میں تھی۔ عورتیں نہایت سادہ لباس پہنتی تھیں۔ بناؤ سنگھار اور زیب وزینت کے اظہار کا آج کے دور جیسا کوئی جذبہ ان کے اندر نہیں ہوتا تھا لیکن بعد میں یہ سادگی نہیں رہی۔ اس کی جگہ تجمل وزینت نے لے لی اور عورتوں کے اندر زرق برق لباس اور زیورات کی نمائش عام ہوگئی جس کی وجہ سے چادر سے پردہ کرنا مشکل ہوگیا اور اس کی جگہ مختلف انداز کے برقعے عام ہوگئے گو اس سے بعض دفعہ عورت کو بالخصوص سخت گرمی میں کچھ دقت بھی محسوس ہوتی ہے لیکن یہ ذرا سی تکلیف شریعت کے تقاضوں کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ تاہم جو عورت برقعے کی بجائے پردے کے لیے بڑی چادر استعمال کرتی ہے اور پورے بدن کو ڈھانکتی اور چہرے پر صحیح معنوں میں گھونگھٹ نکالتی ہے وہ یقیناً پردے کے حکم کو بجا لاتی ہے کیونکہ برقعہ ایسی لازم شے نہیں ہے جسے شریعت نے پردے کے لیے لازمی قرار دیا ہو لیکن آج کل عورتوں نے چادر کو بے پردگی اختیار کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ پہلے وہ برقعے کی جگہ چادر اوڑھنا شروع کرتی ہیں پھر چادر بھی غائب ہو جاتی ہے صرف دوپٹہ رہ جاتا ہے اور بعض عورتوں کے لیے تو اس کا لینا بھی گراں گزرتا ہے۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ اب برقعے کا

استعمال ہی صحیح ہے کیونکہ جب سے برقعے کی جگہ چادر نے لی ہے بے پردگی عام ہوگئی ہے بلکہ عورتیں نیم برہنگی پر بھی فخر کرنے لگی ہیں۔ ﴿ انا للہ وانا الیہ راجعون ﴾

آج کل بعض پردہ دار گھرانوں میں برقعہ یا چادر کا استعمال اس انداز کا ہوتا ہے کہ اس سے عورت کی خوبصورتی مزید نمایاں ہوتی ہے مثلاً آنکھوں کا نگا رکھنا یا جزوی طور پر چہرہ چھپانا اور پھر چادر کو ایک خاص انداز میں لپیٹنا کہ جس سے جسم کا حدود اربعہ کم از کم چھاتی کا ابھار واضح نظر آسکے...... یہ ہرگز پردہ نہیں ہے۔ اس انداز سے بدصورت عورت بھی خوبصورت لگتی ہے۔ پردہ تو دراصل عورت کے زیب و زینت اور حسن و جمال کو چھپانے کا نام ہے، اس ضرورت کو جو چادر یا برقعہ پورا کرسکے وہ شرعی پردہ ہے۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

((یغطین وجوھھن وابدانھن بملاحفھن اذا برزن لحاجۃ ومن للتبعیض فان المرأۃ ترخی بعض جلبابھا وتتلفع ببعض))[1]

"مسلمان عورتیں جب اپنی حاجات کے لیے باہر نکلیں تو اپنی چادر سے اپنے چہروں اور جسموں کو ڈھانپ لیں۔ اس آیت کریمہ میں

---

1 [تفسیر بیضاوی : (۲/۲۵۲)]

من تبعیض کے لیے ہے یعنی عورت چادر کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر ڈال لے اور باقی سے جسم ڈھانپ لے۔''

مفسرین کی ان توضیحات سے معلوم ہوا کہ عورت جب کسی حاجت کے لیے نکلے تو اپنے چہرے کو ڈھانپ کر گھونگھٹ نکال کر نکلے۔ کھلے بندوں بے حجابانہ اور بے پردگی کے عالم میں نہ نکلے۔

زینت کو چھپانے اور نظریں بچانے کا حکم

اسلام نے صرف عورت کو غیر محرم مرد سے نزاکت اور نرم گفتگو والے انداز اور گھروں میں سکون و وقار سے رہنے کا ہی حکم نہیں دیا بلکہ ہر ایسے راستے پر دیوار کھڑی کر دی ہے جہاں اسے جذبات کے بھڑکنے اور شہوات نفسانی کو تسکین پہنچانے کا سامان بہم پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ○ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ

بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱﴾

"مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔ مومنہ عورتوں سے بھی کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے، شوہر، باپ، سسر، اپنے بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے غلام، وہ زیردست مرد جو کسی اور قسم کی

---

(1) [النور: ۲۴/ ۳۰، ۳۱]

غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں تا کہ اپنی زینت جو انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا علم لوگوں کو ہو جائے اور تم سب اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اے ایمان والو! تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

آیت حجاب کب نازل ہوئی؟

اس سے پہلے جو آیت حجاب ذکر کی گئی ہے وہ ۵ھ ذی قعدہ میں نازل ہوئی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ۵ھ ذی قعدہ میں قرار پائی اور یہ اسی موقع پر آیت نازل ہوئی۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ۳/ ۵۵۳، فتح القدیر ۴/ ۲۹۹۔ سورۂ نور کی یہ آیات کریمہ واقعہ افک کے موقع پر نازل ہوئیں جو غزوہ بنی مصطلق یا مریسیع سے واپسی پر پیش آیا اور یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ نور کی آیات نزول کے اعتبار سے سورۂ احزاب کی آیات سے بعد میں ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شرعی پردے کے احکام سورۂ نور کی ان آیات سے پہلے شروع ہو چکے تھے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نظر کے احکامات اور زینت کا خود بخود ظاہر ہونا اور جن کے آگے

زینت کا اظہار ہو سکتا ہے ان افراد کا ذکر فرمایا ہے۔

ان آیات سے مندرجہ ذیل احکام معلوم ہوئے:

* انسان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنی بیوی یا محرم خواتین کے علاوہ کسی کی طرف نگاہ اٹھائے اگر کہیں غلطی سے اچانک نظر اٹھ جائے تو شریعت نے اسے معاف کر دیا ہے اور نظر پھیر لینے کا حکم دیا ہے۔

اچانک نظر کا حکم

* بریدہ رضی اللہ عنہ سے حسن سند کے ساتھ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

((یا علی لا تتبع النظرة النظرة فان الاولی لك ولیست لك الاخرة))①

"اے علیؓ! نظر کے پیچھے نظر نہ لگائیں۔ بے شک پہلی نظر تیرے لیے ہے اور دوسری تیرے لیے نہیں۔"

* ((عن جریر بن عبداللہ قال: سألت رسول اللہ صلی

---

① [مسند احمد ٥/٣٥١، ٣٥٣، ٣٥٧، ابوداؤد (٢١٤٩)، ترمذی (٢٧٧٨)، مستدرك حاکم ٢/١٩٤، دارمی ٢/٢٩٨]

الله عليه وسلم عن نظر الفجاءة قال اصرف بصرك)) [1]

''جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر اٹھ جانے کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا'' اپنی نگاہ پھیر لے۔''

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ:

* ((فزنا العين النظر وزنا اللسان المنطق والنفس تتمنى و تشتهي والفرج يصدق ذلك كله ويكذبه)) [2]

''(غلط) دیکھنا آنکھ کا زنا ہے (غلط) بولنا زبان کا زنا ہے اور نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ ان تمام امور کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''

غض بصر سے مستثنیٰ صورت

غض بصر (یعنی نگاہ نیچی رکھنا) سے منگیتر مستثنیٰ ہے یعنی اگر کوئی آدمی کسی

---

1. [مسلم: (۲۱۵۹)، ابوداؤد: (۲۱۴۸)، دارمی: (۲۷۸)]
2. [بخاری (۶۳۴۳، ۶۶۱۲)، مسلم (۶۲۵۷)، مسند احمد: ۱/۱۲۵، ۱۲۶]

عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس غرض سے عورت کو دیکھ لینے کی اجازت ہے۔

* ((عن ابی ھریرۃ قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال : انی تزوجت امرأۃ من الانصار قال: فانظر الیھا فان فی اعین الانصار شیئا)) ①

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: '' تو اسے دیکھ لے۔ بے شک انصار کی آنکھوں میں کچھ خلل ہوتا ہے۔''

((عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب احدکم المرأۃ فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل)) ②

---

① [مسلم : کتاب النکاح (۱۴۲۴/۷۴)]

② [ابوداؤد: کتاب النکاح : (۲۰۸۲) ، مسند احمد : ۳/۳۳۴، ۳۶۰ ، مستدرک حاکم : ۲/۱۶۵ ، امام حاکم اور امام ذھبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ھے۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری: ۹/۱۸۱ میں اسے حسن قرار دیا ھے۔ نیل المقصود : (۲۰۸۲)]

"جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو اس کو چاہیے اگر ممکن ہو تو اس عورت کو ایک نظر دیکھ لے۔"

* ((عن المغيرة بن شعبة قال خطبت امرأة فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم هل نظرت اليها فقلت لا قال فانظر اليها فانه احرى ان يؤدم بينكما)) ①

"مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "کیا تو نے اس کی طرف دیکھا ہے؟" میں نے کہا: "نہیں! فرمایا: اس کی طرف ایک نظر دیکھ لے۔ اس طرح زیادہ توقع کی جا سکتی ہے کہ تمہارے درمیان موافقت ہوگی۔"

ان احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاطب (پیغام نکاح دینے والے) کو اجازت دی ہے کہ جس عورت سے وہ شادی کرنا چاہتا ہے اسے ایک نظر دیکھ لے اور غیر خاطب (پیغام نکاح نہ دینے والے) کو اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت نہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ اگر

---

① [مسند احمد : ٤/٢٤٦ـ ترمذی : (١٠٨٧) ـ ابن ماجه : (١٨٦٥) ـ نسائی : (٣٢٣٥) ـ دارمی (٢/١٨٠)]

خاطب نکاح کے لیے نہیں بلکہ صرف لطف اندوز ہونے کے لیے دیکھے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

شرمگاہوں کی حفاظت

چونکہ غیر محرم عورت کی طرف دیکھنے سے جذبات وخواہشات نفسانیہ کے بگڑنے کا ڈراور قوی امکان موجود ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے نگاہوں کی حفاظت کا جہاں امر فرمایا ساتھ ہی شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم صادر کر دیا۔

شرمگاہوں کی حفاظت سے مراد نفسانی خواہشات پوری کرنے کی جتنی بھی ناجائز صورتیں ہیں ان سے اجتناب کرنا۔ اس میں زنا، لواطت، دو عورتوں کا باہمی سحاق جس سے شہوت پوری ہو جائے اور عادت سریہ یعنی ہاتھ سے شہوت پوری کرنا سب شامل ہیں اور یہ تمام امور ناجائز وحرام ہیں۔ نیز حفاظت فروج میں یہ امر بھی موجود ہے کہ اپنا ستر دوسروں کے آگے نہ کھولے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مومنین کی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے ان کے اوصاف حمیدہ اور صفات جمیلہ کا تذکرہ فرمایا اور ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

* ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا

مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ ﴾ [1]

"جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے، یقیناً یہ لوگ ملامتیوں میں سے نہیں اور جو شخص اس کے سوا تلاش کرتے ہیں وہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔"

ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے بیوی اور لونڈی کے علاوہ شرم گاہ کے استعمال کو حدود اللہ سے تجاوز قرار دیا ہے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے ناجائز خواہشات پوری کرنے کی تمام اشیاء کو حرام کر دیا ہے جن میں سے ابتدا اور انتہا کو وضاحت سے بیان کر دیا۔ باقی امور خود بخود اس کے اندر آ گئے۔ ابتدا نظر سے ہوتی اور انتہا فرج پر ہوتی ہے یعنی برائی کا پہلا سبب اور مقدمہ غلط نگاہ ڈالنا اور آخری منزل زنا ہے۔ ان دونوں کا صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا اور اس کے علاوہ دیگر امور یعنی بوسہ ریزی، ہاتھ لگانا وغیرہ ضمناً آ گئے۔

---

[1] [المومنون: ۲۳/۵ تا ۷]

* ((عن سهل بن سعد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من يضمن لي ما بين لحييه وما بين رجليه اضمن له الجنة)) ①

''سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مجھے زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دی میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

زینت کو چھپانے کا مفہوم

زینت کی لغوی اور شرعی تعریف:

زینت لغوی طور پر لباس کو کہا جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ ②

''ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو مزین کیا کرو۔''

زینت سے مراد لباس ہے اعضاء تو محاسن ہیں اور حسن کی بجائے زینت

---

① [بخاری كتاب الرقاق (٦٤٧٤) و كتاب الحدود (٦٨٠٧) ، مسند احمد (٥/٣٣٣) ، ترمذی (٢٤١٠) ، شرح السنة (١٢٢)]

② [الاعراف : ٧/٣١]

کا لفظ اس بولا گیا ہے کہ اس میں عمومیت زیادہ ہے۔

اس آیت کریمہ کے مفہوم کو خواہ مخواہ الجھا دیا گیا ہے وگرنہ مسئلہ بالکل صاف اور واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ ①

''کہ وہ اپنی زینت کا اظہار نہ کریں مگر جو خود بخود ظاہر ہو جائے۔''

﴿ ابداء ﴾ کا معنی اظہار کرنا اور ﴿ ظهر يظهر ﴾ کا معنی ظاہر ہونا اور باہر آنا کے ہیں۔ ﴿ اِلَّا ﴾ سے پہلے اظہار زینت کی ممانعت کر دی اور ﴿ اِلَّا ﴾ کے بعد جو چیز خود بخود کھل جاتی ہے اس کی اباحت ذکر کر دی۔ یعنی عورت کو زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کے اظہار کی اجازت نہیں البتہ جو زینت خود بخود ظاہر ہو جائے جیسے ہوا کے چلنے سے چادر کا اڑ جانا اور زینت کا ظاہر ہو جانا وغیرہ یا وہ چادر جو عورت اپنے اوپر اوڑھتی ہے اس کا چھپانا ممکن نہیں حالانکہ وہ بھی زینت ہے۔

یا پھر اس جملے میں اتنا بتلانا مقصود ہے کہ عورت کو فی نفسہ چہرہ اور ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی اجازت ہے کیونکہ بہت سی دینی و دنیاوی ضرورتیں ان کے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں، اس لیے ان اعضاء کے کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں اور

---

① [النور : ٢٤/ ٣١]

اس آیت کریمہ میں ہاتھ اور منہ کو دوسروں کے سامنے کھولنے کے جواز اور عدم جواز سے کوئی واسطہ نہیں، اس کا ذکر آنے والی آیت میں ہے کہ عورت کو اپنی زینت چہرہ اور ہاتھ کے ظاہر کرنے میں کن کن مردوں کے سامنے اجازت ہے۔ اسی ﴿ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ کے متصل جو آیت آ رہی ہے اس میں ان محارم کی تصریح ہے جن کے سامنے عورت اپنی زینت کھول سکتی ہے اور ان کے علاوہ کسی کے آگے اسے زینت کھولنے کی اجازت نہیں۔

اب اگر مغربیت کے خیال کے مطابق ﴿ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ سے عورتوں کو غیر مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت ہے تو آئندہ آیت میں ان محارم باپ، بیٹا اور بھائی کے استثناء کی کیا ضرورت تھی؟ اس لیے کہ جب عورت کو عام مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت ہوگئی تو باپ اور بیٹا اور بھائی کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت بدرجہ اولیٰ ہو جائے گی۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ میں عورت کو فی نفسہ چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھنے کی اجازت ہے اور ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ ﴾ میں ان محارم کا ذکر کر دیا جن کے آگے زینت کا اظہار کر سکتی ہے لہٰذا پہلی آیت میں زینت سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہوں یا زیورات و سرمہ وغیرہ، خلاصہ یہی ہے کہ اجنبی اور غیر محرم کے سامنے اسے کھولنا کسی طرح بھی درست اور جائز نہیں۔

اس آیت کریمہ میں یہ بھی فرمایا کہ:

''وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں تاکہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا علم لوگوں کو ہو جائے۔''

پاؤں کی مخفی زینت سے مراد پازیب وغیرہ ہے۔ اس لیے کہ زیور کی آواز بھی اجنبی افراد کو گناہ کی طرف مائل اور راغب کرنے کا باعث بنتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی پابندی عائد کر دی۔ قرآن مجید کے ان واضح ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جنسی آزادی، فحاشی اور عریانی کے ادنیٰ سے ادنیٰ راستے کو بھی کھولنا پسند نہیں کرتا۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ عورت کو زمین پر پاؤں مار کر چلنے کی اجازت نہیں دیتا تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ عورت کو بے محابا، کھلے بندوں، بناؤ سنگھار کر کے، پاؤں میں گھنگرو باندھ کر رقص کرنے اور زرق برق لباس اور زیوارات سے مزین ہو کر پھرنے کی اجازت دے؟ اللہ تعالیٰ نے تو اس قسم کے تمام چور دروازوں کو بند کر دیا ہے۔

بوڑھی عمر کی عورتوں کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ

جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ ①

''اور جو عورتیں جوانی سے گزری بیٹھی ہوں، نکاح کی امیدوار نہ ہوں وہ اگر اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں تاہم وہ بھی حیاداری ہی برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ﴿ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ ﴾ کہ ''وہ کپڑے اتار دیں'' سے مراد سارے کپڑے اتار کر برہنہ ہونا قطعاً نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ زائد چادریں اور برقعے ہیں جن کے ذریعے عورت اپنی زینت کو چھپاتی ہے۔جن کا ذکر سورۃ الاحزاب کی آیت میں پہلے گزر چکا ہے۔

شیخ صالح العثیمین حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس آیت کریمہ سے پردہ کے واجب ہونے پر وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بوڑھی عورتوں سے گناہ کی نفی کی ہے جو سن رسیدہ ہونے کے سبب نکاح کی امید نہیں رکھتیں، اس لیے کہ بوڑھی ہونے کی وجہ سے مردوں کو

---

① [النور: ٢٤/٦٠]

ان کے ساتھ نکاح میں کوئی رغبت نہیں ہوتی لیکن اس عمر میں بھی چادر اتار رکھنے پر گناہ نہ ہونا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس سے ان کا مقصد زیب و زینت کی نمائش نہ ہو۔ یہ امر بھی دلیل کا محتاج نہیں ہے کہ چادر اتار لینے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ کپڑے اتار کر بالکل برہنہ ہو جائیں بلکہ اس سے صرف وہ کپڑے مراد ہیں جو عام لباس کے اوپر سے اس لیے اوڑھے جاتے ہیں کہ جسم کے وہ حصے جو عام لباس سے عموماً باہر رہتے ہیں جیسے چہرہ اور ہاتھ، چھپ جائیں۔ لہٰذا ان بوڑھی عورتوں کو جو کپڑے اتارنے کی رخصت دی گئی ہے اس سے مراد یہی مذکورہ اضافی کپڑے یعنی (چادر اور برقعہ وغیرہ) ہیں جو پورے جسم کو ڈھانپتے ہیں لیکن اس حکم کی عمر رسیدہ خواتین کے ساتھ تخصیص دلیل ہے کہ جوان اور نکاح کی عمر والی عورتوں کا حکم ان سے مختلف ہے کیونکہ اگر سب عورتوں کو یہ اضافی کپڑے اتار دینے اور صارف عام لباس پہننے کی اجازت ہوتی تو ''سن رسیدہ و نکاح کی عمر سے گزری ہوئی عورتوں'' کو بالخصوص ذکر کرنے کا کوئی مقصد نہیں رہ جاتا۔ مذکورہ آیت کریمہ کے الفاظ ﴿غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَةٍ﴾ ''بشرطیکہ یہ بوڑھی عورتیں اپنی زینت کا مظاہرہ نہ کرتی پھریں'' اس بات کی ایک اور دلیل ہے کہ نکاح کے قابل جوان عورتوں پر پردہ واجب ہے چونکہ عام طور پر جب وہ اپنا چہرہ کھلا رکھتی ہیں تو اس کا مقصد زینت کی نمائش اور حسن و جمال کا نمایاں مظاہرہ ہوتا ہے۔ اس کی

خواہش یہ ہوتی ہے کہ مرد اس کی طرف دیکھیں اور اس کے حسن و جمال کی مدح وتوصیف کریں۔ اس قماش کی عورتوں میں نیک نیت شاذ و نادر ہی ہوتی ہیں اور شاذ و نادر صورتوں کو عام قوانین کی بنیاد نہیں بنایا جاتا۔ [1]

اشکال: اوپر والی آیت میں غض بصر (نظر کو بچانا) سے بعض حضرات نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ حکم اسی لیے دیا گیا ہے کہ چہرے کا پردہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں رائج نہیں تھا اگر رائج ہوتا تو نظر کے بچانے کا حکم کیوں دیا جاتا؟

ازالہ: یہ استدلال عقلی اور نقلی ہر دو لحاظ سے نادرست وغلط ہے۔ نقلاً اس طرح کہ کئی ایک احادیثِ صحیحہ ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرے کا پردہ دورِ رسالت میں صحابیات رضی اللہ عنہن میں رائج و معتاد تھا۔ چند ایک دلائل ملاحظہ ہوں:

چہرہ چھپانے کا معمول

پہلی دلیل:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اوپر جب تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ

---

[1] [پردہ: ص: ۱۶،۱۷]

نے سورۂ نور میں ان کی برأت نازل کی۔ یہ واقعۂ اِفک کے نام سے کتب احادیث میں معروف ہے۔ اس میں مذکور ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنگل سے واپس آ کر جب دیکھا کہ قافلہ چلا گیا ہے تو آ کر وہیں بیٹھ گئیں۔ بیان کرتی ہیں کہ واپس آ کر جب وہاں بیٹھی تو نیند کا غلبہ ہوا تو میں وہاں ہی سو گئی۔ صبح کو جب صفوان بن معطل السلمی رضی اللہ عنہما اس طرف بڑھے تو دور سے ایک سوئے ہوئے انسان کو دیکھ کر اس طرف آئے:

((فاتانی فعرفنی حین رانی و کان یرانی قبل الحجاب فاستیقظت باسترجاعه حین عرفنی فخمرت وجهی بجلبابی والله ما کلمنی کلمة ولا سمعت منه کلمة غیر استرجاعه))[1]

''جب صفوان رضی اللہ عنہ ادھر آئے تو انہوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ پردے کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے۔ مجھے پہچان کر اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو اس کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانک

---

1 [بخاری کتاب التفسیر (٤٧٥٠) و کتاب المغازی (٤١٤١) ۔ مسلم : کتاب التوبة (٢٧٧٠) ۔ مسند احمد : ٦/١٩٥ ۔ ابن جریر ؛ سیرة ابن هشام وغیره]

لیا۔ اللہ کی قسم! اس نے مجھ سے کوئی بات نہ کی اور نہ ہی میں نے اس سے اناللہ وانا الیہ راجعون کے علاوہ کوئی کلمہ سنا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت حجاب کے نزول کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن چہرے کا پردہ کیا کرتی تھیں۔

دوسری دلیل:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا:

((قام رجل فقال یا رسول الله ماذا تامرنا ان نلبس من الثیاب فی الاحرام؟ فقال النبی صلی الله علیه وسلم لا تلبسوا القمص ولا السراویلات ولا العمائم ولا البرانس الا ان یکون احد لیست له نعلان فلیلبس الخفین ولیقطع اسفل من الکعبین ولا تلبسوا شیئا مسه زعفران ولا الورس ولا تنتقب المحرمة ولا تلبس القفازین))[1]

---

1. [بخاری (۱۸۳۸، ۱۳۴، ۱۵۴۲ وغیره) ابوداؤد و کتاب المناسك (۱۸۲۳)، مؤطا مالك کتاب الحج (۷۵)، مسند احمد ۲/۱۱۹، نسائی کتاب المناسك (۲۶۶٦)، ترمذی کتاب الحج (۸۳۳)]

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: ''اے اللہ کے رسول! حالت احرام میں آپ ہمیں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں؟'' تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم قمیص، پاجامے، پگڑیاں اور ٹوپیاں نہ پہنو، اگر کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ موزے پہن لے اور انہیں ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ دے اور ایسی چیز نہ پہنو جسے زعفران اور ورس نے چھوا ہو اور احرام والی عورت نقاب اور دستانے نہ پہنے۔''

اس صحیح حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ ٹوپیاں اور پگڑیاں اکثر و بیشتر پہنے رہتے تھے۔ اسی طرح عورتیں اپنے چہروں پر نقاب اوڑھے رہتی تھیں اور ہاتھوں پر دستانے (Gloves) بھی پہنتی تھیں۔ اگر یہ معمول نہ ہوتا تو حالت احرام سے بالخصوص ان کی ممانعت نہ ہوتی۔ حالت احرام میں ان امور سے بالخصوص منع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کا نقاب باندھنا اور دستانے پہننا معمول تھا۔ یہ بھی یاد رہے کہ حج میں صرف نقاب باندھنا منع ہے لیکن چہرے کے اوپر غیر مردوں کو دیکھ کر پلو ڈالنا اور پردہ کرنا منع نہیں۔ صحابیات رضی اللہ عنہن حالت طواف میں جب کوئی اجنبی و غیر محرم سامنے آتا تو پردہ کر لیتی تھیں۔ جس کی دلیل یہ حدیث ہے:

تیسری دلیل:

سیدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((کنا نغطی وجوھنا من الرجال))[1]

''ہم اپنے چہروں کو مردوں سے چھپاتی تھیں۔''

ان ہر سہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ صحابیات رضی اللہ عنہن میں چہرے کا پردہ رائج تھا اور عقلاً اس لیے غلط ہے کہ چہرے کا پردہ عموماً رائج ہونے کے باوجود ایسے مواقع پیش آسکتے ہیں جبکہ اچانک کسی مرد وعورت کا آمنا سامنا ہو جائے اور ایک پردہ دار کو بھی بسا اوقات ایسی ضرورت پیش آسکتی ہے کہ وہ منہ کھولے اور مسلمان عورتوں پر پردہ رائج ہونے کے باوجود بہر حال غیر مسلم خواتین تو بے پردہ ہی رہیں گی لہٰذا محض نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم عورتوں کے کھلے منہ پھرنے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

---

1 [صحیح ابن خزیمہ (۲٦۹۰) ٤/۲۰۳، مستدرک حاکم(۱٦٦۸) ۱/٤٥٤، امام حاکم نے فرمایا یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے اور مستدرک کی تلخیص میں امام حاکم کی امام ذھبی نے موافقت کی ہے۔ مؤطا مالک ۱/۲۲٤ رقم (۷۲٤)]

غیر محرم مردوں سے خلوت اختیار کرنا

* ((عن عقبة بن عامر رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الانصار یا رسول الله صلی الله علیه وسلم أ فرأیت الحمو قال الحمو الموت))①

''عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غیر محرم عورتوں کے پاس داخل ہونے سے بچو۔'' ایک انصاری آدمی نے کہا: ''اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! دیور یا جیٹھ وغیرہ کے بارے میں بتائیں؟'' آپؐ نے فرمایا: ''دیور یا جیٹھ تو موت ہے۔''

اس حدیث میں غیر محرم مرد کی غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت کی ممانعت کردی گئی تا کہ وہ علیحدگی اور تنہائی میں رہ کر برائی نہ کرسکیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ''حمو'' کے بارے میں پوچھا گیا۔

---

① [بخاری مع فتح الباری : ۹/۳۳۰ (۵۲۳۲) ، مسلم کتاب السلام (۲۰/۲۱۷۲) ،شرح السنة ۹/۲۶(۲۲۵۲) ، مسند احمد ۴/۱۴۹، ۱۵۳، دارمی ۲/۲۷۸، ترمذی کتاب الرضاع (۱۷۱) ۳/۴۷۴]

* امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((الحمو جمعه الاحماء و هم الاصهار من قبل الزوج والاختان من قبل المرأة وصهار تجمع الفريقين ايضاً واردها هنا اخا الزوج فانه لا يكون محرما للمرأة وان كان اراد ابا الزوج وهو محرم فكيف بمن ليس بمحرم))[1]

”حمو کی جمع احماء ہے اور اس کا اطلاق عورت کے خاوند کی جانب سے مرد رشتہ دار اور مرد کی عورت کی جانب سے بہنوں پر ہوتا ہے اور ﴿اصہار﴾ کا لفظ دونوں فریقوں کو جمع کرتا ہے اور یہاں پر اس سے مراد خاوند کا بھائی ہے۔ اس لیے کہ وہ بھابھی کا محرم نہیں ہے اور اگر خاوند کا باپ مراد ہو تو وہ محرم ہے پھر اس آدمی کے ساتھ خلوت کس طرح صحیح ہوگی جو غیر محرم ہے؟“

* اور مسلم کی روایت میں ہے:

((عن عبدالله بن وهب: وسمعت الليث بن سعد يقول : الحمو اخ الزوج وما اشبهه من اقارب الزوج

---

[1] [شرح السنة : ٩/٢٦]

ابن العم و نحوه)) [1]

''عبداللہ بن وھب سے مروی ہے کہ میں نے لیث بن سعد کو فرماتے ہوئے سنا: ''حمو خاوند کا بھائی اور اس کی مثل خاوند کے قریبی رشتہ دار ہیں جیسے چچا وغیرہ کا بیٹا۔''

* امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اتفق اهل العلم باللغة على ان الاحماء اقارب زوج المرأة كابيه وعمه واخيه وابن اخيه وابن عمه ونحوهم وان الاختان اقارب زوجة الرجل وان الاصهار تقع على النوعين)) [2]

''اہل لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احماء عورت کے خاوند کے قریبی رشتہ دار ہیں جیسا کہ مرد کا باپ، چچا، بھائی، بھتیجا، چچازاد وغیرہ اور آدمی کی بیوی کی قریبی رشتہ دار بہنیں اور ﴿ اصهار ﴾ کا لفظ ان دونوں انواع پر بولا جاتا ہے۔''

---

1. [مسلم: ١٧١١/٤]
2. [فتح الباری: ٣٣١/٩]

دیور یا جیٹھ وغیرہ سے خلوت حرام کیوں؟

* امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

((المراد فی الحدیث اقارب الزوج غیر اباء ہ وابناء ہ لانھم محارم الزوجة یجوزلھم الخلوة بھا ولا یوصفون بالموت قال وانما المراد الاخ وابن الاخ والعم وابن العم وابن الاخت ونحوھم مما یحل لھا تزویجه لو لم تکن متزوجة وجرت العادة بالتساھل فیه فیخلوا الاخ بامرأة اخیه فشبه بالموت وھو اولی بالمنع من الاجنبی))[1]

"حدیث میں حمو سے مراد خاوند کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ اس کے باپ اور بیٹوں کے علاوہ، اس لیے کہ سسر اور خاوند کا بیٹا عورت کے محرم ہیں۔ ان کے ساتھ خلوت جائز ہے اور انہیں موت سے موصوف نہیں کیا جاتا۔ یہاں مطلب خاوند کا بھائی، بھتیجا، چچا، چچا کا بیٹا، بھانجا وغیرہ ہیں جن کے ساتھ اس عورت کا نکاح حلال ہو جبکہ وہ غیر شادی شدہ ہو اور اس مسئلہ میں عموماً غفلت برتی جاتی

[1] [فتح الباری: ۳۳۱/۹]

ہے کہ آدمی اپنی بھابی سے خلوت وتنہائی اختیار کرتا ہے، اسے موت سے تشبیہ دی گئی اور اجنبی کی نسبت یہ ممانعت کے زیادہ لائق ہے۔"

* امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((المعنی ان خلوة الرجل بامرأة اخیه او ابن اخیه تنزل منزل الموت والعرب تصف الشیٔ المکروه بالموت))[1]

"اس کا مطلب آدمی کا اپنے بھائی یا بھتیجے کی بیوی سے خلوت موت کے مقام پر اترتی ہے اور عرب مکروہ چیز کو موت سے تعبیر کرتے ہیں۔"

* امام ابن الاعرابی نے فرمایا:

((کلمة تقولها العرب مثلاً کما تقول الاسد الموت ای لقائه فیه الموت والمعنی احذروه کما تحذرون الموت))[2]

"یہ ایک ایسا کلمہ ہے جسے عرب اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ

---

1. [فتح الباری : ۳۳۲/۹]
2. [فتح الباری : ۳۳۲/۹]

آپ کہیں ''شیر موت ہے'' تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی ملاقات میں موت ہے اور مفہوم یہ ہے کہ اس سے اس طرح ڈرو جیسے تم موت سے ڈرتے ہو۔''

* اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا:

((وانما المراد ان الخلوة بقريب الزوج اكثر من الخلوة بغيره والشر يتوقع منه اكثر من غيره والفتنة به امكن لتمكنه من الوصول الى المرأة والخلوة بها من غير نكير عليه بخلاف الاجنبى)) ①

''اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کے قریبی کی خلوت دیگر افراد کی نسبت زیادہ ہوتی ہے اور اس سے شر کی توقع دیگر افراد کی نسبت زیادہ ہوتی ہے اور عورت کی طرف اس کی رسائی کی بنا پر فتنہ زیادہ ممکن ہے اور اجنبی آدمی کے علاوہ اس کو بغیر انکار کے تنہائی حاصل ہو جاتی ہے۔''

* قاضی عیاض نے فرمایا:

((معناه ان الخلوة بالاحماء مؤدية الى الفتنة والهلاك

---

① [فتح الباری : ۹/۳۳۲]

فی الدین فجعله کهلاك الموت))①

''دیور و جیٹھ وغیرہ سے خلوت فتنے اور دین میں تباہی کو جنم دیتی ہے پس اس کو موت کی تباہی کی طرح بنادیا۔''

ان تمام ائمہ سلف رحمۃ اللہ علیہم کی تشریحات سے معلوم ہوا کہ دیور یا جیٹھ وغیرہ کو اپنی بھابی کے ساتھ خلوت وتنہائی اختیار کرنا حرام ہے، اس سے کئی مفاسد وفتن جنم لیتے ہیں۔ اسی طرح کسی مرد کے لیے اپنی سالی اور بیوی کی چچا زاد، خالہ زاد وغیرہ سے خلوت کرنا بھی منع ہے اور اس کے مفاسد ہمارے معاشرے کے اندر بھی موجود ہیں۔ جس کی بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

* ((عن ابن عباس رضی الله عنهم عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یخلون رجل بامرأة إلا مع ذی محرم فقام رجل فقال یا رسول الله امرأتی خرجت حاجة واکتتبت فی غزوة کذا و کذا قال ارجع فحج مع امرأتك))②

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے

---

① [فتح الباری : ۳۳۲/۹]

② [بخاری مع فتح الباری : ۳۳۱/۹ (۵۲۳۳) ، مسلم: (۱۳۴۱) ، شرح السنة : ۱۸/۷ (۱۸۴۹)]

ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ”کوئی مرد ہرگز کسی غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے۔“ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میں اس طرح کے غزوہ میں لکھا گیا ہوں۔“ آپؐ نے فرمایا: ”واپس پلٹ جا اپنی بیوی کے ساتھ جا کر حج کر۔“

* ((ان عمر بن الخطاب قام بالجابية خطيبا فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قام فينا كقيامي فيكم فقال " اكرموا اصحابي ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يظهر الكذب حتى ان الرجل ليحلف ولا يستحلف ويشهد ولا يستشهد الا فمن سره وبحبحة الجنة فليلزم الجماعة فان الشيطان مع الفذ وهو من الاثنين ابعد ولا يخلون رجل بامرأة فان الشيطان ثالثهم ومن سرته حسنته وسائته سيئته فهو مومن))[1]

”عمر فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ مقام پر خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو

---

[1] [مسند احمد : ١/١٨ ، ترمذی (٢١٦٦) ، مستدرک حاکم : ١/١١٣، ١١٥، امام ترمذی رحمة الله علیه نے اسے حسن صحیح اور امام حاکم و امام ذهبی نے صحیح کہا ہے۔]

فرمایا: ''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ہم میں کھڑے ہوئے جیسے میں کھڑا ہوا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: میرے صحابہ کی عزت کرو پھر ان لوگوں کی جو ان کے قریب ہوں۔ پھر وہ جو ان کے قریب ہوں پھر جھوٹ ظاہر ہوگا یہاں تک کہ آدمی حلف اٹھائے گا اور اس سے حلف نہیں لیا جائے گا اور وہ گواہی دے گا اور اس سے گواہی نہیں لی جائے گی۔ خبردار! جس کو جنت کا وسط پسند ہو وہ جماعت کو لازم پکڑے یقیناً اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان ہے اور وہ دو آدمیوں سے بہت دور ہے اور ہرگز کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے۔ بے شک شیطان ان کا تیسرا ہوتا ہے جس آدمی کو اس کی نیکی خوش کرے اور برائی ناپسند لگے وہ مومن ہے۔''

((عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب الا ان يكون ناكحا أو ذا محرم))[1]

''جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[1] [مسلم: (٢١٧١) ١٧١٠/٤، مسند ابی یعلیٰ: ٣٣٨٦/٣ (١٨٤٨)]

''خبردار! کوئی مرد ثیبہ (بیوہ و مطلقہ) کے ساتھ ہر گز رات نہ گزارے مگر یہ کہ نکاح والا یا محرم ہو۔''

اس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ بیوہ و مطلقہ عورت کے ساتھ تنہائی و خلوت اختیار کرنا اور اس کے ہاں رات بسر کرنا ممنوع و حرام ہے۔ سوائے محرم یا نکاح کرنے والے آدمی کے۔

لہٰذا کنواری عورت کے ساتھ خلوت و تنہائی بالاولیٰ منع ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ امت مسلمہ کو ہر طرح کے فتنے سے محفوظ فرمائے اور ہماری ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کو صحیح اسلامی پردے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!



فرمانِ الٰہی

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے اس بات سے ڈر جائیں کہ کہیں وہ فتنہ عظیم یا وحشت ناک عذاب میں گرفتار نہ ہوں

(النور ـ ۶۳)

شعبہ نشر و اشاعت
مرکز الدعوۃ والارشاد

دار الاندلس
۹۲۔ ٹیمپل روڈ، نزد صفانوالہ چوک لاہور۔ فون: 7353368